ساتویں صدی کے حقائق کی نئی تعبیر

اہل افراد کو پرکھنے کی کسوٹی سے محروم جمہوریت پسند مسلمان اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وہ سورہ الشوریٰ کی آیت ۳۸ سے غلط استنباط کے بعد خلفائے راشدین کے طریق انتخاب کی ایسی تاریخ ترتیب دیتے ہیں جسے جس نہج سے بھی دیکھا جائے کثرت رائے اور واضح اکثریت کا سیاسی نظریہ اور مقصود ہی درست ثابت ہو اور مشورے سے جو مراد بیسویں صدی میں لی جاتی ہے اس کی عملی تعبیر ساتویں صدی میں نظر آئے۔ یہاں پہنچ کر ان حضرات کے ساتھ وہ طبقہ بھی شریک ہو جاتا ہے جسے ساتویں صدی کے معاشرہ کی تصویر اور دور حاضر میں قائم سیاسی تصور میں کوئی فرق نظر ہی نہیں آتا بلکہ اس طبقہ کا دعویٰ ہے کہ جنھیں ساتویں اور بیسویں صدی کے سیاسی نظام میں کوئی اختلاف یا فرق محسوس ہوتا ہے وہ ساتویں صدی کے حقائق کو اتنی اہمیت نہیں دے رہے ہیں جس کے وہ حامل ہیں اس لیے یہ طبقہ ان حقائق کو نئے انداز میں پیش کرنے میں مصروف ہے اور اس کے لیے "دوربین" وہ طبقہ بنتا ہے جس کا شغل قرآن و حدیث سے غلط استنباط کرنا ہے کیونکہ اسی "دوربین" سے ساتویں صدی کے حالات و واقعات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

پاکستان کے سابق وزیر قانون ایس ایم ظفر حضرت ابوبکر صدیق رضی کی خلافت اور ثقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کو "نئے" انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "صحابہ کرام رسول کے جانشین کے تقرر پر تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے ...... یہ تینوں گروپ بنیادی طور پر تین سیاسی پارٹیاں تھے۔ ان سیاسی پارٹیوں کے اپنے اپنے ہیڈکوارٹر میں جلسے ہوتے تھے۔ انھوں نے اپنے منشور بھی دیے تھے اور علانیہ اپنے سیاسی خیالات کا اظہار کرتے تھے"۔ (شریعت بنچ میں بیان) شورائی نظام میں سیاسی پارٹیوں کے تصور پر بحث آئندہ ہوگی یہاں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کا دن مسلمانوں کے لیے قیامت کا دن تھا۔ لیکن کیا یہ دن واقعی قیامت کے دن کی مدت بھی اختیار کر گیا تھا اور "دوپہر سے پہلے اور زوال کے بعد"[1] کے درمیان گزرنے والے لمحات برسوں کی نہ سہی کیا دنوں کی

---

[1] اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "جب چاشت کا وقت اچھا خاصا ہو گیا" (سیرت ابن ہشام) اور دوپہر سے پہلے (طبقات ابن سعد) رحلت فرمائی اور اسی دن زوال کے بعد نماز جنازہ شروع ہو گئی (البدایہ والنہایہ)

صورت میں تبدیل ہو گئے تھے کہ آپؐ کی جانشینی کے تقرر پر تین گروپ بھی بن گئے ، انھوں نے سیاسی پارٹیوں کی شکل میں اپنے اپنے ہیڈ کوارٹروں میں جلسے بھی کیے اور منشور بھی دیے بد فروع کافی میں تو یہ ذکر ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دے رہے تھے تو انھیں حضرت سلمانؓ نے اطلاع دی کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنا لیا ہے اور وہ اب منبرِ رسولؐ پر مسجد نبوی میں ہیں۔"

مزید ارشاد ہوتا ہے "ثقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک قسم کی گول میز کانفرنس تھی جس میں فہمائش و تفہیم کے جذبے سے بات کی گئی۔" یہ کیسی گول میز کانفرنس تھی کہ اس "دانشور" طبقے کے بقول دو سیاسی پارٹیوں" کے قائدین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ میں سے نہ تو کسی کو اور نہ ہی ان کے نمائندوں کو اس میں شرکت کی دعوت دی گئی بلکہ سیرت ابن ہشام (یا سیرت ابن اسحاق ، کیونکہ سیرت ابن اسحٰق اس وقت سیرت ابن ہشام میں ہی شامل ہے) اور بخاری کے مطابق حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت ابوبکر، عمر اور ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم از خود — جبکہ مسند ابو یعلی اور محمد حسین ہیکل کی تصنیف حیاۃ محمدؐ کے مطابق کسی دوسرے فرد کی اس اطلاع[1] پر ثقیفہ بنی ساعدہ میں گئے۔ دوسری طرف حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شکوہ کرتے ہیں کہ مجھے صلاح مشورہ میں شامل نہیں کیا گیا (طبری، مسعودی، ازالۃ الخفا) حضرت عمر فاروقؓ تو کہتے ہیں کہ "وہ اس کے لیے تیار نہ تھے" (طبری) بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ "بے شک ابوبکر صدیقؓ کی بیعت ناگہانی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ناگہانی بیعت میں جو برائی ہوتی ہے اس سے تم (سامعین یعنی صحابہ کرام) کو بچائے رکھا۔" (بخاری، سیرت ابن ہشام)

جس گول میز کانفرنس میں "سیاسی پارٹیوں" کے لیڈر تک نہ بلائے گئے اور وہ اسے ناگہانی بیعت (یا واقعہ) قرار دیتے ہیں اس کے بارے میں سید مودودی فرماتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب مجمع عام میں ہوا تھا۔" اچھا مجمع عام تھا کہ خاص لوگ تک نہ بلائے گئے اور گئے تھے تو اپنی مرضی سے یا کسی اور کی اطلاع پر وہ بھی اس کی جسے بلانے کے لیے بھی نہ بھیجا گیا تھا بلکہ وہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں منعقدہ اجلاس کے شرکا سے اختلاف کرکے آئے تھے۔ شرح نہج البلاغہ ابن حدید میں ہے کہ "جب انصار ثقیفہ بنی ساعدہ میں سعدؓ کو لائے کہ ان کی بیعت کریں

[1] اطلاع یہ دی گئی تھی کہ "انصار نے ایک ایسا معاملہ شروع کر دیا ہے جس پر عمل میں فتنہ و فساد کا خطرہ ہے۔"

تو یوم بن ساعدہ کھڑے ہوئے اور انصار کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ یہ حق قریش کا ہے اور قریش میں حضرت ابوبکرؓ اس کے مستحق ہیں کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نماز کے لیے کھڑا کیا تھا یہ سن کر انصار نے اس کو نکال دیا وہ دوڑا ہوا آیا اور راستہ میں حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے ملا۔[1]

ہاں تو جناب ایس۔ایم ظفر اپنی بات پوری کرتے ہیں کہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں "بحث و تمحیص اور بالآخر افہام و تفہیم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلیفہ رسولؐ مقرر کرنے پر اتفاق ہو گیا" اب اس "اتفاق" کی وہ تصویر سامنے لائیے جو حضرت عمرؓ آج بھی وصیت کے طور پر مسلمانوں کو دکھاتے ہیں[2] "کہ ایک انصاری نے کہا ..... اے قریش ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے ہونا چاہیے..... پھر تو وہ تو تو، میں میں اور شور و غل ہوا اور وہ آوازیں بلند ہوئیں کہ مجھے جھگڑے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا ابوبکرؓ اپنا ہاتھ بڑھائیے ابوبکرؓ نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے ان سے بیعت کی" (سیرت ابن ہشام، بخاری، حیات محمدؐ) "اتفاق" کی یہ شکل بھی قابل غور ہے کہ ایک "سیاسی پارٹی" کے قائد حضرت سعدؓ بن عبادہ اپنی زندگی میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بیعت ہی نہیں کرتے (طبری) بلکہ حضرت عمر فاروقؓ کی بیعت بھی نہیں کرتے۔ (اسد الغابہ) میں رحماء بینھم ــــ صحابہ کرام کی اس صفت قرآنی کا معاذ اللہ انکار نہیں کر رہا بلکہ میرے پیش نظر تو وہ اتفاق ہے جسے بے تاب دانشوروں نے سیاسی اصطلاح کے طور پر استعمال کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جس پس منظر میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ "ہاتھ بڑھائیے ــــ اور میں نے ان سے بیعت کی" پڑھنے کے بعد ایس ایم ظفر کی بھی سنیے۔ وہ کہتے ہیں "حضرت عمرؓ نے کہا کہ "ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھائیے" انھوں نے ہاتھ بڑھایا۔ انتخابی قوانین کو دیکھیے کہ آج تک اس سے بہتر طریقہ اور کوئی دریافت نہیں ہوا۔ ایک شخص امیدوار کو نامزد کرتا ہے اور وہ اسے

---

[1] تاہم یہ روایت درست نہیں کیونکہ عویم بن ساعدہ نے ان اصحاب کو ثقیفہ بنی ساعدہ میں جانے سے روکا تھا (بخاری، طبری) جبکہ ابن خلدون کے مطابق ایک شخص دوڑتا ہوا انصار کی یہ خبر لے کر آیا کہ وہ ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہیں اور سعد بن عبادہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں۔

[2] حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ میری ان باتوں کو ممکن حد تک دوسروں کو پہنچایا جائے (بخاری)

قبول کرتا ہے۔" انتخابی قوانین کے اس اطلاق کی صداقت وحقانیت کے بارے میں اب طبری کی یہ روایت پڑھیں "عمرؓ نے کہا ابوبکرؓ ہاتھ لاؤ میں تمہاری بیعت کر دوں۔ ابوبکرؓ نے کہا، عمرؓ نہیں نہیں بلکہ تم ہاتھ لاؤ کیونکہ تم میں اس منصب کے اٹھانے کی مجھ سے زیادہ قوت ہے کیونکہ ان دونوں میں عمرؓ بہت قوی تھے مگر ان میں سے ہر ایک دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے وہ زبردستی ایک دوسرے کا ہاتھ کھول رہے تھے۔ آخر کار عمرؓ نے ابوبکرؓ کا ہاتھ کھول لیا اور کہا کہ قبول کرو میری قوت بھی تمہاری قوت کے ساتھ ہے۔"

جناب ایس۔ ایم ظفر نے خلافت ابوبکر صدیقؓ کو "جمہوری طریقے" کے مطابق قرار دینے کے لیے تان یہاں توڑی کہ "سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس میں نہ تو حضرت عمرؓ نے اور نہ حضرت ابوبکرؓ نے دوسرے فریق کے موقف کو قرآن وحدیث کے منافی قرار دے کر رد کیا بلکہ منطق و استدلال سے اس کا جواب دیا" تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ حضرت ابوبکر صدیق نہ تو کسی حدیث رسول کے حوالے سے اور نہ صرف اہل الرائے کے فیصلے پر خلیفہ بنے بلکہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر خلیفہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اسی لیے ایس۔ ایم ظفر فرماتے ہیں کہ "انتخاب کے بعد دوسرے دن مدینہ میں تیس ہزار سے زائد مسلمان جمع ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق کے انتخاب کی توثیق کر دی نیز ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔" اب یہ پڑھیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے موقف کی تائید میں "الائمہ من قریش" ایسی حدیث پیش کی (طبری) اور عمر فاروقؓ نے جب ابوبکر صدیق سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تو یہ بھی کہا "ابوبکر! کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہ دیا تھا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں اس لیے آپ ہی خلیفۃ اللہ ہیں ہم آپ کی بیعت اس لیے کرتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب تھے (حیات محمدؐ) جہاں تک مدینہ میں تیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے جمع ہونے کا معاملہ ہے تو یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کی توثیق کے لیے جمع نہیں ہوئے تھے بلکہ یہ اجتماع اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے والوں کا تھا۔ دس دس، بارہ بارہ افراد ایک ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں، جہاں رسولِ خدا فوت ہوئے اور وہیں دفن بھی ہوئے، داخل ہوتے اور درود و دعا پڑھ کر واپس آجاتے۔ یہ اجتماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے دوسرے دن ہی نہیں انتقال سے فوراً بعد سے لے کر تیسرے دن تدفین رسولؐ تک رہا کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ مدینہ منورہ اور اس کے قرب وجوار میں رہائش پذیر تمام مسلمانوں نے

ادا کی تھی۔ اور پھر اسی اجتماع میں شریک لوگوں سے کسی بھی مرحلہ پر یہ نہیں کہا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتخاب کی توثیق کریں بلکہ انھیں صرف بیعت کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ انتخاب کی توثیق، ووٹ اور بیعت کے فرق پر بحث انشاءاللہ آئندہ صفحات پر ہوگی۔ ہاں تو حضرت عمر فاروقؓ کی اس تقریر کے یہ جملے پڑھیے جو انھوں نے لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی ترغیب دینے کے لیے ارشاد فرمائے تھے کہ "اللہ تعالیٰ نے تمہارے امیر خلافت کو ایسے شخص پر لا ڈالا ہے جو تم میں سب سے بہتر اور رسول اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور جس وقت یہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکرؓ) غار میں تھے تو اس وقت ثانی اثنین (قرآنی آیت۔ التوبہ آیت ۴۰ کی طرف اشارہ) تھے۔ اس لیے تم سب کھڑے ہو کر ابوبکرؓ سے بیعت کرو" (بخاری، سیرت ابن ہشام، حیات محمدؐ) چنانچہ بیعت ثقیفہ کے بعد (اس موقع پر لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ سے عام بیعت کی۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتخاب کو "انتخابی معرکہ" ثابت کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ "اجتماع عام میں لوگوں کو اختیار تھا کہ ابوبکرؓ کو قبول کرتے یا نہ کرتے" (اسلام کا تصور اجتماعی: سید حسن مثنیٰ ندوی) لیکن یہ حضرات یہ نہیں بتاتے کہ "اجتماع عام" میں لوگوں کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار کب دیا گیا تھا؟ وہاں تو بیعت کرنے کے لیے کہا گیا تھا۔ بیعت خلیفہ کو منتخب کرنے کا نام نہیں بلکہ خلیفہ کی مشروط اطاعت کے عہد کا دوسرا نام ہے!

قابلِ رحم ناکام کوشش

جناب عمر فاروقؓ کی خلافت کو بالغ رائے دہی اور جمہوری انتخابی معرکہ ثابت کرنے کی جس طریقے سے کوشش کی جاتی ہے ایسا کرنے والوں پر رحم آتا ہے کہ کاش ایسا ہی ہوا ہوتا۔ سید مودودی لکھتے ہیں "اگرچہ ان (ابوبکرؓ) کی رائے میں خلافت کے لیے موزوں ترین شخص حضرت عمرؓ تھے لیکن انھوں نے انھیں اپنا جانشین نامزد نہ کیا بلکہ اکابر صحابہ کو الگ الگ بلا کر ان کی رائے معلوم کی (یعنی خلیفہ وقت نے ایک شخص کو تجویز کیا اور پھر مجمع عام میں اس کو پیش کر کے منظور کرایا" (اسلامی دستور کی تدوین) خط کشیدہ الفاظ بلکہ دعویٰ ایک بار پھر پڑھ لیجیے تاکہ یہ فیصلہ کرنے میں آسانی ہو کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عوام سے اپنی تجویز کی منظوری لی یا لوگوں کو اپنے نامزد خلیفہ کی بیعت کرنے کے لیے کہا تھا۔

سید مودودی ہی طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا تھا کہ کیا تم اس شخص پر راضی ہو جسے میں اپنا جانشین بنا رہا ہوں؟ خدا کی قسم میں نے رائے قائم کرنے کے لیے اپنے ذہن پر زور ڈالنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اور اپنے کسی رشتہ دار کو نہیں بلکہ عمرؓ بن الخطاب کو جانشین مقرر کیا ہے لہٰذا تم ان کی سنو اور اطاعت کرو۔" اس پر لوگوں نے کہا "ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔" (خلافت و ملوکیت) ہم سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔ "کا نعرہ بھی ظاہر کر رہا ہے کہ "مجمع عام" میں موجود صحابہ کرام نے کسی خلیفہ کی منظوری نہیں دی بلکہ نامزد خلیفہ کی اطاعت کا یقین دلایا تھا۔

ایس ایم ظفر صاحب فرماتے ہیں "مجھے اس بات سے اتفاق نہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کیا ہے...... حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد نہیں کیا تھا بلکہ ان کا نام تجویز کیا تھا اور اس مسئلہ پر استصواب رائے کرایا تھا۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت عمرؓ کا تقرر استصواب رائے سے ہوا تھا۔" اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجمع عام سے تجویز کی منظوری یا استصواب رائے ایسے مخصوص نتیجۂ فکر کو تسلیم کیا جائے یا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اپنی خلافت کے بارے فرامین کو۔ حضرت عمرؓ اپنی وفات سے قبل ارشاد فرماتے ہیں کہ "اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں تو اس ہستی نے خلیفہ بنایا ہے جو مجھ سے بہتر ہے اور اگر میں لوگوں کو یونہی چھوڑ دوں تو اس ہستی نے یونہی چھوڑ دیا ہے جو مجھ سے بہتر ہے (سیرت ابن ہشام) مسلم میں عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ "میرے باپ (عمرؓ بن الخطاب) جب زخمی ہوئے تو میں ان کے پاس موجود تھا...... لوگوں نے کہا آپ کسی کو خلیفہ کر جائیے۔ انھوں نے کہا..... اگر میں کسی کو خلیفہ کر جاؤں تو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ خلیفہ کر گئے تھے مجھ کو جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکرؓ اور اگر میں کسی کو خلیفہ نہ کر جاؤں تو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ خلیفہ نہیں کر گئے تھے جو مجھ سے بہتر تھے یعنی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" جناب عمر فاروقؓ کا یہ ارشاد بخاری اور ترمذی میں بھی موجود ہے۔ میں ایک بار پھر سوال کروں گا کہ آخر کس کی بات تسلیم کی جائے کیا ان لوگوں کی جو حضرت عمرؓ کی خلافت کو مجمع عام کی منظوری یا استصواب رائے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں یا حضرت ابو بکرؓ کی جو کہتے ہیں کہ میں نے عمرؓ بن الخطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا ہے (طبری) یا حضرت عمرؓ کی جو کہتے ہیں ابو بکرؓ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے (بخاری، ترمذی، سیرت ابن ہشام) یا حضرت ابو بکرؓ کے اس فرمان کو جس میں انھوں نے فرمایا "جب میں خدا سے ملوں گا

تو کہوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے" (طبری) اس کے ساتھ ہی ابو بکر صدیق رضؓ کی یہ دعا بھی قابل غور ہے کہ "یا اللہ میں نے اپنی رائے کے مطابق ایک صالح انسان کو خلیفہ بنایا ہے اس کی خلافت کی اصلاح کرنا اور اسے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نقش قدم پر چلانا اور اس کی رعایا کو اعمال خیر کی توفیق دینا"۔ (کنز العمال)

اہل الرائے سے کثرت رائے تک

حضرت عثمانؓ کی خلافت کو بالغ رائے دہی اور کثرت رائے کا نتیجہ ثابت کرنے کے لیے ایس ایم ظفر فرماتے ہیں کہ "یہ درست ہے حضرت عمرؓ نے اپنا جانشین منتخب کرنے کے لیے چھ ارکان کی ایک کونسل نامزد کر دی لیکن یہ کہنا غلط ہوگا کہ اس کونسل نے حضرت عثمانؓ کو منتخب کیا۔ ...... مختصر یہ کہ حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کو امیر نامزد کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ انھوں نے رائے عامہ معلوم کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ اکثریت رائے حضرت عثمانؓ کے حق میں ہے"۔

سید مودودی اس نتیجہ کو ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت خلافت کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک انتخابی مجلس مقرر کی۔ یہ انتخابی مجلس ان اشخاص پر مشتمل تھی جو حضرت عمرؓ کے نزدیک قوم میں سب سے زیادہ با اثر اور مقبول عام تھے۔ اس مجلس نے آخر کار اپنے ایک رکن عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو خلیفہ تجویز کرنے کا اختیار دے دیا۔ انھوں نے عام لوگوں میں چل پھر کر معلوم کرنے کی کوشش کی کہ عوام کا رجحان زیادہ تر کس شخص کی جانب ہے۔ حج سے واپس گزرتے ہوئے قافلوں سے بھی دریافت کیا اور استصواب عام سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اکثر لوگ حضرت عثمانؓ کے حق میں ہیں اسی بنیاد پر حضرت عثمانؓ خلافت کے لیے منتخب کیے گئے اور مجمع عام میں ان کی بیعت ہوئی"۔ (خلافت و ملوکیت)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہنا ہی بالکل غلط ہے کہ حضرت عمرؓ نے جن اصحاب کو مجلس شوریٰ میں شامل کیا ان کی "اہلیت" صرف یہ تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کے نزدیک قوم میں سب سے زیادہ با اثر اور مقبول عام تھے"۔ بلکہ مجلس شوریٰ میں شامل ارکان کی بنیادی اہلیت ان کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تعلق تھا جس کا ذکر حضرت عمرؓ نے اس مجلس شوریٰ کے نام اپنے پہلے خطاب میں کیا ہے وہ فرماتے ہیں "میں نے غور کرنے کے بعد تمھیں مسلمانوں کا سردار اور رہنما پایا لہٰذا یہ معاملہ (خلافت) تمھارے اندر رہے گا کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

کی وفات ہوئی تو وہ تم لوگوں سے مطمئن اور خوش تھے ۔" (طبری) یہ خطاب اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ مجلسِ شوریٰ کے ارکان کے لیے رائے عام کے لیڈر یا "قوم میں مقبولِ عام" ہونا ضروری نہیں۔ اس خطاب سے قطع نظر اگر اس مجلس کے ارکان کے نام ہی ایک نظر پڑھ لیے جائیں تو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کہ حضرت علی ابن ابی طالب۔ عثمان بن عفان، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام اور طلحہ بن زبیر چھ کے چھ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ ان اصحاب کی یہی اہمیت حضرت عمرؓ کے پیشِ نظر تھی جس کا ذکر انھوں نے خلیفہ مقرر کرنے کا تقاضا کرنے والوں سے بھی کیا (طبری) عشرہ مبشرہ میں سے زندہ اصحاب میں صرف حضرت سعیدؓ بن زید رہ جاتے ہیں جنھیں حضرت عمرؓ نے صرف اسلئے خلافت کا فیصلہ کرنے والی مجلس میں شامل نہیں کیا کہ وہ ان کے بہنوئی تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چھ اصحاب کی مجلس کو انتخابی کمیٹی کہنا بھی درست نہیں کیونکہ اس مجلس نے مجلس میں شامل ارکان میں سے ہی کسی ایک کو خلیفہ منتخب کرنا تھا جب کہ انتخابی کمیٹی یا الیکشن کمیشن کے ارکان کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں یہ عرض کرنے میں کوئی تذبذب محسوس نہیں کرتا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اپنے طور پر رائے عامہ معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ ان کا یہ اندازِ فکر و عمل شورائی نظام کا ایک بنیادی اصول تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مسلمانوں کو اس شورائی نظام کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جو قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے قول و فعل سے ثابت ہو۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی کی حیثیت سے ہمارے لیے بہت ہی قابلِ احترام شخصیت ہیں لیکن وہ قابلِ اتباع شخصیت قرار نہیں دیے جا سکتے یہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سنت اور خلفائے راشدینؓ کے طریقوں کو اختیار کرنے کا ہی حکم دیا ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو نہ تو حضرت عمرؓ نے اور نہ ہی حضرت عمرؓ کی نامزد کونسل یا مجلس کے دیگر ارکان (حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لیے کہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے تو اس مجلس کی تشکیل کے وقت ارکانِ مجلس سے واضح الفاظ میں فرمایا کہ "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ خلافت کے معاملے میں لوگوں میں کوئی اختلاف نہیں وہ تو تم میں سے

کسی ایک پر متفق ہو جائیں گے اسلیے اب یہ معاملہ تم چھ اصحاب کے سپرد ہے (طبقات ابن سعد، طبری) حضرت عمرؓ تو اس مجلس کے پانچ ارکان سے یہ تک کہتے ہیں کہ ”طلحہ (مجلس کے چھٹے رکن) بھی تم میں آملے تو بہتر ورنہ خود ہی فیصلہ کر لینا۔ تیسرے دن تم اپنی جگہ سے متفرق نہ ہونا جب تک کہ خلیفہ نہ مقرر کر لو (الامامہ والسیاسہ، ابن قتیبہ) ہر فرد سے مشورہ لینے کے تصور کی تردید میں حضرت عمرؓ کا ایک اور ارشاد بھی لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن خلدون میں ذکر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو طلحہ انصاری کو بلایا اور کہا ”تم ان لوگوں کے دروازے پر کھڑے رہنا اور جب تک یہ لوگ فیصلہ نہ کر لیں کسی کو اندر نہ آنے دینا“ خلیفہ کا فیصلہ کرنے والی کمیٹی کے ایک رکن (حضرت سعدؓ) کا طرزِ عمل تو ہر فرد سے مشورہ ضروری ہے، کا تصور رکھنے والوں کے لیے کچھ زیادہ ہی حوصلہ شکن ہے۔ تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ حضرت عمرو بن عاص اور مغیرہ بن شعبہ اس مکان کے دروازے پر بیٹھ گئے جس میں خلافت کا فیصلہ کرنے والی مجلس کا اجلاس ہو رہا تھا تو حضرت سعدؓ نے یہ کہہ کر ان کو وہاں سے اٹھا دیا کہ ”تم اس لیے یہاں آئے ہو کہ کل کو کہو کہ ہم بھی حاضر تھے اور ہم بھی اہل شوریٰ سے تھے“۔

خلافت کا فیصلہ کرنے والی مجلس کے ایک رکن حضرت سعدؓ کے اس طرزِ عمل اور اس ارشاد کے بعد کم از کم کسی بھی مسلمان کو یہ کہنے اور یہ تصور قائم کر لینے کا کوئی حق حاصل نہیں رہتا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے ہر فرد سے مشورہ لینا یا رائے عامہ معلوم کرنا ضروری نہیں ہے پھر بھی حرفِ آخر کے طور پر اسی مجلس کے ایک اور رکن حضرت علیؓ کا یہ ارشاد پڑھیے جو انھوں نے حضرت معاویہؓ کے نام خط میں لکھا کہ ”اگر امر امامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک سب لوگ حاضر نہ ہوں تو یہ بات بھی عمل پذیر نہیں ہو سکتی لیکن جو لوگ اس کے اہل ہیں ان لوگوں پر حکم لگا سکتے ہیں جو تعیین امامت کے وقت موجود نہ تھے پس اس صورت میں جو موجود ہوں وہ اس فیصلے کو پلٹنے کا حق نہیں رکھتے اور جو غیر موجود ہوں انھیں یہ اختیار نہیں کہ کسی اور کو منتخب کر لیں“۔ حضرت علیؓ کے ارشاد سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جہاں خلیفہ کے انتخاب کے لیے ہر فرد سے مشورہ اور رائے عامہ معلوم کرنا ضروری نہیں وہاں موجود تمام لوگوں سے بھی مشورہ ضروری نہیں کیونکہ مشورہ بھی صرف اہل لوگوں سے لیا جاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کی طرف سے رائے معلوم کرنے کے عمل سے بھی بالغ رائے دہی کا تصور ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس سلسلے میں پورے ملک کے بالغ افراد سے رائے لی جاتی ہے

جب کہ حضرت عبدالرحمان بن عوف نے صرف مدینہ والوں کی رائے معلوم کی یا پھر ان کی جو حج کے سلسلے میں دیگر علاقوں سے آئے ہوئے تھے یعنی اس سلسلے میں ہر فرد سے رائے لینے کے تکلف کو ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس سے تو یہی نظریہ ثابت ہوتا ہے کہ "اعیانِ ملت کا انتخاب عامۃ الناس کے لیے قبول کرنا ضروری ہے" (احکام السلطانیہ) یعنی بالغ رائے دہی کی بجائے اعیانِ ملت سے ہی مشورہ شورائی نظام کی بنیاد ہے۔ ڈاکٹر سید محمد یوسف نے الماوردی کے حوالے سے اس نظریہ کو تفصیل سے لکھا ہے۔

مدینہ منورہ یا حج سے واپسی پر مدینہ منورہ میں عارضی طور پر قیام کرنے والے افراد سے مشورہ کے محدود عمل کے بارے میں یہ کچھ بھی کہا جاتا ہے ۔ کہ صدرِ اول کے مدنی حالات اور پھر مواصلات کے حاصل وسائل اور یہ کہ فیصلہ جلد ہو، کا تقاضا یہی تھا تو ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر ریاست کے ہر فرد سے رائے لینا ضروری ہوتا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کم از کم مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ کے نواحی علاقوں کے افراد سے ہی رابطہ قائم کرتے۔

یہ امر بھی غور طلب ہے کہ کیا حضرت عبدالرحمٰنؓ نے صرف اہل مدینہ (بشمول حج کے بعد واپس جانے والے دوسرے لوگوں کے) کی کثرت رائے کو ہی ترجیح دی تھی؟ یہ اس لیے بھی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے "کثرت رائے کے ذکر کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے پہلے خلفاء کی پیروی کے بارے میں سوال کیا تھا اور اسی سوال کا جواب پا کر حضرت عثمانؓ سے بیعت کی تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فیصلہ کرتے ہوئے کثرتِ رائے کو معیار نہیں بنایا اور ان کے حضرت عثمانؓ کی بیعت سے قبل چھت کی طرف منہ اٹھا کر ادا کیے جانے والے الفاظ[1] بھی بتا رہے ہیں کہ کثرت و قلت کو فیصلہ کا معیار رہی نہیں بنایا گیا بلکہ انہیں فیصلہ کن حیثیت حاصل تھی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کو بالغ رائے دہی اور کثرت رائے کا نتیجہ قرار دینے والوں کو بھی اٹھائے گئے سوالات کی اہمیت کا احساس ہے شاید یہی وجہ ہے کہ ان میں سے ایک (سید حسن مثنیٰ ندوی) لکھتے ہیں کہ "آخر اجتماع ہوا دونوں (علیؓ و عثمانؓ) کے نام اجتماع کے سامنے پیش ہوئے۔ اجتماع عام کا رجحان اس وعدے کی بنیاد پر حضرت عثمان کی طرف ہو گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی سی حکومت چلائیں گے۔" (اسلام کا تصورِ اجتماعی) جمہوریت نواز مسلمانوں کی مجبوریاں نہ جانے

---

[1] وہ یہ تھے "اے اللہ! تو سن لے اور گواہ رہ کہ ذمہ داری کا جو قلادہ میری گردن میں تھا وہ میں نے حضرت عثمان کی گردن میں ڈال دیا ہے"۔

کیا کیا گل کھلائیں گی کہ اجتماعِ عام کا رجحان (جو کہ کثرتِ رائے قسم کی ہی چیز ہے) یا حضرت عثمانؓ کی خلافت کو "انتخابی معرکہ" ثابت کرنے کی کوشش میں ایک ایسی بات بھی لکھ دی جس سے یہ ظاہر ہے کہ خدانخواستہ جناب علیؓ نے کوئی ایسی بات کہہ دی تھی جسے صحابہ کرام کے "اجتماعِ عام" کی اکثریت نے پسند نہ کیا۔ حالانکہ حضرت علیؓ نے جو بات کہی تھی وہی صحابہ کرام کا متفقہ نظریہ تھا کہ مشروط اطاعت تو صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہو سکتی ہے اور کسی کی نہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خلفاء راشدین کی اتباع کا حکم دیا ہے۔ اتباع اور تقلید میں عام فہم فرق یہ ہے کہ اتباع کسی کے اس قول و عمل کی کی جاتی ہے جس کی دلیل ہو جبکہ تقلید دلیل نہیں چاہتی ہے یا بالفاظ دیگر یہ کہہ لیجیے کہ رسولؐ کے سوا کسی کی مشروط اتباع تو ہو سکتی ہے غیر مشروط اتباع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے پہلے دو خلفا کے ان اعمال کی کبھی اتباع نہیں کی جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح ہدایات موجود تھیں اس کی پہلی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا ایک قول ہے کہ انھوں نے شامیوں کو جب تمتع بالحج کا فتویٰ دیا تو ان لوگوں نے کہا آپ کے ابا جان (حضرت عمرؓ) تو منع کرتے ہیں تو انھوں نے کہا "میرے ابا کی اتباع واجب ہے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی"؟ دوسری دلیل حضرت عمرؓ کی وفات کے وقت سنتِ نبویؐ کو سنتِ صدیق پر ترجیح دینے کا عمل ہے جب کہ تیسری دلیل جناب علیؓ کا سنتِ نبویؐ کو سنتِ عمرؓ پر ترجیح دینے کو پسندیدگی سے دیکھنا اور پھر عمل کرانا اور حضرت عثمانؓ کا اس پر سکوت اختیار کر کے اپنی رضامندی ظاہر کرنا ہے۔

چلتے چلتے یہ ذکر بھی ہو جانا چاہیے کہ جمہوریت پر ایمان لانے والے مسلمانوں کی خلفاء اربعہ کے انتخاب کے سلسلے میں مجمع عام اور اجتماع عام ایسی اصطلاحوں کے تکرار کے باوجود حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے بارے میں بھی کوئی اجتماع اور مجمع عام کا اہتمام نہیں ہوا بلکہ اس "اجتماع" — (جو مسجد میں ہوا) — میں نماز فجر ادا کرنے والے نمازی، اپنے میں کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرنے والی مجلس کے ارکان موجود تھے۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے صرف ان مہاجرین اور انصار کو بلایا جو مدینہ منورہ میں موجود تھے اور ان سپہ سالاروں کو بھی بلایا جنھوں نے حج کیا تھا اور پھر حضرت عمرؓ کے ہمراہ مدینہ منورہ آئے تھے (بخاری، طبری)

رائے عامہ اور اہلیت کی کسوٹی

حضرت علی مرتضیٰؓ کی خلافت کو بالغ رائے دہی کا نتیجہ ثابت کرنے کے لیے جمہوریت پسند

ؐ حضرت عمرؓ نے حج تمتع کے سلسلے میں رجوع کر لیا تھا (مسلم کتاب الحج باب فی المتعۃ بالحج والعمرۃ)